رسائل و مسائل

کیا عہدِ رکنیت کی خلاف ورزی پر کفّارہ کا حکم جائز ہے؟

تحریکِ اسلامی ...... نے مقامی طور پر اس سال بھی اپنا سالانہ منصوبہ بنایا ہے۔ اس منصوبہ میں اس دفعہ یہ اضافہ بھی کیا ہے کہ کفارہ کا نظام قائم کیا ہے۔ تفصیل یوں ہے کہ ہم نے یہ طے کیا ہے کہ ہر رکن کا فرض ہو گا کہ وہ اپنی زندگی دعوت دین اسلام کے مطابق ڈھالنے، نظم و ضبط اور سمع و اطاعت کی پابندی کرتے ہوئے گزارے گا۔ رکنیت کے وقت وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہے کہ اس نے یہ اصول پڑھ لیے ہیں اور وہ ان کا پابند رہے گا۔ اب نئے منصوبہ میں اس پس منظر کے تحت یہ بات بھی شامل کی گئی ہے کہ اگر کوئی رکن نظم و ضبط وغیرہ کی پابندی نہیں کرتا، جیسے اجتماعات میں دیر سے آنا، نہ آنا یا بدگوئی اور ناظم سے جھگڑنے وغیرہ کا عمل کرتا ہے تو اس پر کفارہ عائد کیا جائے گا۔ اس لفظ پر چند حضرات کو اعتراض ہے: مثلاً، یہ دینی اصطلاح ہے اور صرف انہی مخصوص معنوں میں استعمال ہوتی ہے جو قرآن میں بیان کیے گئے ہیں، اس کو کسی اور جگہ استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح، یہ بھی کہ کفارہ کا لفظ استعمال کرنے سے اعمال کو حرام و حلال کرنے کا کام تحریک اسلامی نے اپنے ذمہ لے لیا ہے، جب کہ یہ صرف اللہ کا حق ہے، وغیرہ وغیرہ۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا درج بالا صورت میں دی گئی شکلوں میں کفارہ کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ اور اگر نہیں کیا جا سکتا تو مناسب لفظ کیا ہو گا۔ اگر استعمال کیا جا سکتا ہے تو کفارہ کی کیا شکلیں ہو سکتی ہیں۔

جواب: جب ایک شخص اطاعت نظم کا عہد کرتا ہے تو وہ شرعاً اپنے عہد کو پورا کرنے کا پابند ہو جاتا ہے۔ یہ ایک شرعی ضابطہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ **یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ** (المائدہ) اے ایمان لانے والو! عقدوں کو پورا کرو (یعنی وعدوں کو)۔ حدیث شریف میں

آتا ہے : **لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عہد لہ** (مشکوۃ شریف) "جس میں امانت نہیں اس میں ایمان نہیں' اور جو عہد کا پاس نہیں کرتا اس کا کوئی دین نہیں ۔ "ظاہر بات ہے کہ "دین" کو ایک انسان عہد کے ذریعہ ہی اختیار کرتا ہے ۔ وہ اپنے دل اور زبان سے دین میں داخل ہونے اور اس کا پابند رہنے کا فیصلہ کرتا ہے ۔ پس اگر ایک انسان "عہد" پر قائم نہیں رہ سکتا تو اس کے بارے میں کیسے اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ اس نے جس دین کو اختیار کیا ہے اس پر قائم رہے گا ۔ اس کے برعکس اس سے ہر وقت خطرہ رہے گا کہ وہ جس دین میں داخل ہوا ہے اسے چھوڑ کر کسی دوسرے دین میں داخل ہو جائے گا ۔ ایک آدمی کا وزن اس کے قول و قرار سے پیدا ہوتا ہے ۔ اس بناء پر شریعت میں عہد کی بڑی اہمیت ہے ۔ اہل ایمان کی مستقل صفت کے طور پر اسے ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : **وَالْمُوفُونَ بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا** (البقرہ) "وہ جب عہد کرتے ہیں تو اسے پورا کرتے ہیں " ۔ ایمان باللہ ' اقامت صلوۃ ' ایتاء الزکوۃ کے بعد اس صفت کا ذکر کیا گیا ہے ۔ قرآن پاک میں اسلوب بدل بدل کر اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ تو ہر عہد کا حکم ہے ۔ چاہے ایسا عہد ہو جس کے کرنے نہ کرنے کا ایک انسان کو اختیار ہو مثلاً زید کو اختیار ہے کہ وہ عمرو کے ساتھ سودا کرے ' اور یہ بھی اختیار ہے کہ نہ کرے ' لیکن جب اس نے عمرو سے عہد کر لیا کہ وہ فلاں چیز کو اتنے روپیہ میں خریدے گا ' وہ کسی اور کو فروخت نہ کرے ' تو اگرچہ ابھی سودا ہوا نہیں لیکن اخلاقاً" زید پابند ہے کہ وہ اپنا عہد پورا کرے اور اس سے سودا خریدے ۔ لیکن ایک ایسا عہد جس کو پورا کرنا اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد کو پورا کرنا قرار پاتا ہو تو اس عہد کی خلاف ورزی پر گناہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنا ' نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ' ہر مسلمان پر فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جتنے فرائض ہم پر عائد ہیں ' ہم نے ایمان لا کر انہیں پورا کرنے کا عہد کیا ہے ۔ ایمان در اصل اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس بات کا معاہدہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی حکومت کو مانتا ہوں اور اس کے مقابلہ میں تمام حکومتوں کا انکار کرتا ہوں "**لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ**" کا یہی مطلب ہے ۔ الٰہ ' معبود اور حاکم کو کہتے ہیں ' اور رسول نمائندے کو کہتے ہیں ۔ اس لیے کلمہ طیبہ کا معنی یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حاکمیت کو نہیں مانتا بلکہ صرف اس حکومت الٰہیہ کو مانتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے زمین میں قائم کیا ہے۔ یہ نظام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب و سنت کی شکل میں ہمیں دیا 'اسے عملاً نافذ فرمایا ' انسانوں کو اس نظام پر ایمان لانے کی دعوت دی ' اس کے لیے جہاد و قتال کیا اور فرمایا

الجہاد ماض الی یوم القیمۃ " جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔" اس نظام کی خاطر جان دینا شہادت ہے ۔ " **من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ** " "جس نے اس لیے قتال کیا کہ اللہ کا نظام بالا تر ہو تو وہ لڑائی فی سبیل اللہ ہے ۔" گویا کہ یہ نظام ہماری جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے ۔ اس نظام پر جان و مال ' بیوی عزیز و اقارب ' کاروبار وغیرہ سب چیزیں قربان کی جائیں گی ۔ یہ اولین فرض ہے باقی فرائض اس کے بعد ہیں۔

لیکن اس وقت یہ نظام معطل ہے اور وہ نظام جماعت بھی باقی نہیں جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا تھا ' جس نظام جماعت کی بدولت تمام مسلمان ایک امت ہوتے ہیں ' اس نظام کے معطل ہو جانے کے بعد ہم عملاً دوسرے نظاموں کے مطیع ہو کر رہ گئے ہیں ' جو ہمارے ایمان کے منافی ہے ' اس لیے ہر مومن کا فرض ہے کہ وہ مروجہ نظاموں کے مقابلہ میں اللہ کے نازل کردہ نظام کو قائم کرنے کے لیے اٹھ کھڑا ہو ۔ لیکن افسوس ہے کہ تمام مسلمانوں کو اس کا شعور نہیں ہے ۔ جن خوش قسمت اہل ایمان کو اس کا شعور ہے وہ اگر فرداً فرداً اس کام کو کریں تو ظاہر بات ہے کہ انفرادی کام نہ تو دیر پا ہوتا ہے نہ موثر' اس لیے ضروری ہوا کہ وہ منظم ہوں اور ایک جماعت کی شکل میں اس کام کو کریں ۔ اس جماعت کو قائم کرنا قرآن پاک کی رو سے بھی ان پر فرض ہے ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے **وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ** " (آل عمران) ایسی جماعت میں شامل ہونا 'جو خیر کی طرف دعوت دے' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے ' قرآن پاک کی رو سے کمالِ فلاح کا موجب ہے۔

پس اقامتِ دین کے فریضہ کے ادا کرنے کے لیے جماعت بنانا 'اس جماعت میں شامل ہونا عقلاً بھی ثابت ہے اور قرآن و سنت کی نصوص بھی اس پر دلالت کرتی ہیں ۔ ایسی صورت میں اقامتِ دین کی جدوجہد میں حصہ لے کر ایک انسان اس عہد کو بھی پورا کرتا ہے ' جو اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا ہے اور اس عہد کو بھی پورا کرتا ہے جو اس نے جماعت کے ساتھ اس میں شامل ہوتے وقت کیا ہوتا ہے ۔ لیکن یہ عجیب و غریب صورت حال ہے کہ ایک انسان جماعت میں شامل ہو لیکن نظم کی اطاعت نہ کرے ۔ اس کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک انسان فوج میں بھرتی بھی ہو لیکن اپنے کمانڈر کی اطاعت نہ کرے ۔ ایسی صورت میں اسے سزا دی جاتی ہے معطل یا ڈسچارج کر دیا جاتا ہے' بعض اوقات جیل میں ڈال دیا جاتا ہے اور بعض صورتوں میں اسے پھانسی دے دی جاتی ہے ' جرم کی نوعیت کے مطابق سزا دی جاتی ہے اور اسے کوئی بھی

شخص نامعقول نہیں قرار دیتا۔ قرآن پاک بھی ایسی ہی مطیع فرماں فوج تیار کرتا ہے۔ قرآن میں اہل ایمان کو تلقین کی گئی ہے **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْھُمُ الْاَدْبَارَ ۝ وَمَنْ یُّوَلِّھِمْ یَوْمَئِذٍ دُبُرَہٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَیِّزًا اِلٰی فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ** (الانفال ۱۵ - ۱۶) ---- اے ایمان والو ' جب تم ایک لشکر کی صورت میں کفار سے دو چار ہو تو ان کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیرو جس نے ایسے موقعہ پر پیٹھ پھیری ---- الا یہ کہ جنگی چال کے طور پر ایسا کرے یا کسی دوسری فوج سے جا ملنے کے لیے ---- تو وہ اللہ کے غضب میں گھر جائے گا ' اس کا ٹھکانا جہنم ہو گا 'اور وہ بہت بری جائے باز گشت ہے۔" احادیث میں میدان جنگ سے بھاگنے کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

یہ نہ شبہ کیا جائے کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دور کے ساتھ خاص ہے اس لیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں اس حکم کی وجہ اسلامی نظام کے لیے جان کی بازی لگانا تھا اور یہ سبب اس وقت سے قیامت تک کے لیے موجود ہے۔ اس نظام کو قائم کرنے یا قائم رکھنے کی خاطر جو چھوٹی بڑی جماعت قائم ہو گی اور جو بھی چھوٹا بڑا امیر ہو گا معروف میں اس کی اطاعت کرنا جماعت میں شامل ہونے کے بعد فرض ہو گا -------- اس کی اطاعت سے نکلنا ' جہاں اقامت دین کے مقصد کو نقصان پہنچانا ہے' وہیں اپنے عہد کی خلاف ورزی بھی ہے جو ایک ایمانی اور اخلاقی کمزوری ہے۔ احادیث میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (۱) **السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب و کرہ ما لم یومر بمعصیة فاذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة** (۲) **من یطع الامیر فقد اطاعنی ومن عصی الامیر فقد عصانی** (۳) **انما الامام جُنَّةٌ یقاتل من ورائہ ویتقی بہ فان امر بتقوی اللّٰہ وعدل فان لہ بذالک اجرا وان قال بغیرہ فان علیہ منہ** (۴) **من رأی من امیرہ شیئا یکرھہٗ فلیصبر فانہٗ لیس احدٌ یفارق الجماعة شبرًا فیموت الامات میتة الجاھلیة۔**

ان احادیث میں وضاحت سے کہہ دیا گیا ہے کہ اگر امیر معصیت کا حکم نہ دے تو اس کی اطاعت واجب ہے ' چاہے طبیعت کو پسند ہو یا ناپسند اور ایسی صورت میں حکم کی خلاف ورزی کرنا 'جماعت سے جدا راستہ اختیار کرنا جاہلیت کا طریقہ ہے۔

اس ساری تمہید کا مقصد در اصل یہ ہے کہ یہ بات سمجھا دی جائے کہ نظم کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے اور ایمان و اخلاق کے منافی ہے جس نے اس کی خلاف ورزی کی اس نے شریعت کی خلاف ورزی کی ' اپنے عہد کی خلاف ورزی کی اور جماعت سے الگ راہ اختیار کر کے

جاہلیت کا رویہ اپنایا۔

نظم کا کام ہے کہ لوگوں کو جماعت میں شامل کرتے وقت اچھی طرح پرکھ لے کہ وہ جماعت شمولیت کی حقیقت اور مقصد کو سمجھ گئے ہیں کہ نہیں اور بعد میں ان کی نگرانی کرے کہ وہ اپنے عہد اور اس کی حقیقت کو یاد رکھے ہوئے ہیں کہ نہیں ۔ وقتاً فوقتاً انہیں اپنے عہد کے تقاضے دلائے اور کسی سے کوئی خلاف ورزی ہوتی ہو تو اسے مناسب انداز میں یاد دہانی کرائے یا تنبیہہ کرے اور ضروری ہو تو اسے مناسب انداز میں یاد دہانی کرائے یا تنبیہہ کرے اور ضروری ہو تو اسے توبہ استغفار اور صدقہ و خیرات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے پر بھی متوجہ کرے ۔ یہ کام ارکان اور جماعت کے مفاد میں ہوتا ہے اور اس پر ناراض ہونے کی بجائے خوش ہونا چاہیے ۔ جس طرح مریض کو اس بات پر کہ طبیب اس کا معائنہ کرتا ہے 'دوا تجویز کرتا ہے ' پرہیز کے لیے کہتا ہے' ناراض نہیں ہونا چاہیے اسی طرح ارکان کو بھی نظم کے ذمہ داران پر ناراض نہیں ہونا چاہیے کہ وہ بھی ان کی اصلاح کے لیے ایسا کرتے ہیں ۔ در اصل اسی ناراضی کی وجہ اپنے جیسے امیر پر نظر کرنا اور اس کی اطاعت اور نافرمانی تک مسئلہ کو محدود کر دینا ہے ۔ حالانکہ اصل محور نظام ہے ۔ نظام کی حیثیت تو اپنی جگہ قائم ہے اور اسی نظام کی خاطر جماعت کا قیام اور اس میں شمولیت کا عہد ہے ۔ امیر اسی نظام کی وقعت قائم رکھنے کی خاطر نظم کی خلاف ورزی کا نوٹس لیتا ہے ۔ اور اسی کی خاطر وہ دوسری تنبیہات کی طرح مزید تنبیہہ کرتے ہوئے "صدقہ" بھی عائد کرتا ہے کہ اس سے اس کے گناہ کا اثر زائل ہو جائے ۔ حدیث شریف میں آتا ہے : **الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفي الماء النار** "صدقہ خطا کی حرارت کو اس طرح زائل کرتا ہے جس طرح پانی آگ بجھاتا ہے ۔" صدقہ کی اس عمومی تاثیر کی بنا پر "صدقہ" کو کفارہ بھی کہا جا سکتا ہے ۔ صحابہ کرامؓ میں یہ بات عام تھی ۔ چنانچہ جب کعبؓ بن مالک کی توبہ قبول ہوئی تو انہوں نے عرض کیا **ان من توبتي ان انخلع من مالي صدقة لله** (صحیح بخاری) یہ میری توبہ کا حصہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ کی راہ میں صدقہ کر کے اپنی ملک سے نکال دوں ۔" اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کچھ مال اپنے پاس رکھ لو" اس بناء پر اسے کفارہ کہا جا سکتا ہے ۔ تاہم مناسب یہی ہے کہ آپ اسے کفارہ کا نظام کہنے کے بجائے صدقہ کا نام دے دیجئے ۔ مذکورہ اصولوں کی بناء پر صدقہ کا نظام پہلے سے صلحاء میں رائج رہا ہے اور اسی لیے عامتہ المسلمین میں یہ معروف ہے کہ کسی سے جب کوئی چھوٹا بڑا گناہ ہو جاتا ہے تو وہ صدقہ کرتا ہے ۔ مثلاً بعض علاقوں میں اب بھی رواج ہے کہ کسی سے قرآن پاک گر جائے تو وہ صدقہ کرتا ہے ۔

بقیہ بر صفحہ ۳۸